فتاویٰ امن پوری (قسط ۳۱۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کا کیا مفہوم ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس ﷺ آیت مبارکہ: ﴿اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فِي كُلِّ أَرْضٍ مِثْلُ إِبْرَاهِيمَ وَنَحْوُ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْخَلْقِ.

''ہر زمین میں ابراہیم علیہ السلام کی مثل اور اِس زمین کے اوپر والی مخلوق موجود ہے۔''

(تفسير الطّبري : 469/23، المستدرك للحاكم : 23/38، الأسماء والصّفات للبيهقي : 832)

جواب: اس کی سند صحیح اور متن شاذ (ضعیف) ہے۔ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (الاسماء والصفات : ۸۳۲) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری : ۲۹۳/۶) نے اس اثر کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے، مگر حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''شاذ'' بھی کہا ہے، کیونکہ یہ روایت کتاب وسنت اور اجماع کے خلاف ہے۔

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْكَلَامُ مِنَ الْبَيْهَقِيِّ فِي غَايَةِ الْحُسْنِ؛ فَإِنَّهٗ لَا يَلْزَمُ مِنْ صِحَّةِ الْإِسْنَادِ صِحَّةُ الْمَتْنِ كَمَا تَقَرَّرَ فِي عُلُومِ الْحَدِيثِ؛ لِاحْتِمَالِ

أَنْ يَصِحَّ الْإِسْنَادُ وَيَكُونُ فِي الْمَتْنِ شُذُوذٌ أَوْ عِلَّةٌ تَمْنَعُ صِحَّتَهُ، وَإِذَا تَبَيَّنَ ضَعْفُ الْحَدِيثِ أَغْنٰى ذٰلِكَ عَنْ تَأْوِيلِهِ؛ لِأَنَّ مِثْلَ هٰذَا الْمَقَامِ لَا تُقْبَلُ فِيهِ الْأَحَادِيثُ الضَّعِيفَةُ.

''امام بیہقی کی بات بہت اچھی ہے، کیونکہ (ہر جگہ) سند کے صحیح ہونے سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا، جیسا کہ علوم الحدیث میں ثابت ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ سند صحیح ہو اور متن میں شذوذ یا علت ہو، جو متن کے صحیح ہونے میں مانع ہو۔ جب حدیث کا ضعیف ہونا واضح ہو گیا، تو اس کی تاویل کی ضرورت باقی نہیں رہی، کیونکہ ایسے مسائل میں ضعیف احادیث قبول نہیں۔''

(الحاوي للفَتاوي :462/1)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ مَحْمُولٌ إِنْ صَحَّ نَقْلُهُ عَنْهُ عَلٰى أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخَذَهُ عَنِ الْإِسْرَائِيلِيَّاتِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''اگر اس اثر کی سند صحیح ہے، تو اسے اس معنی پر محمول کیا جائے گا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات اسرائیلی روایات سے اخذ کی ہے، واللہ اعلم!''

(البداية والنّهاية :43/1)

۞ نیز اسرائیلی روایات کے بارے میں مؤقف یوں بیان کرتے ہیں:

''اسرائیلی روایات کی تین اقسام ہیں؛ ① جن کے صحیح ہونے کا علم ہمیں کتاب اللہ یا سنت رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے ذریعے ہو چکا ہے، ② جن کا جھوٹا ہونا معلوم ہو کہ اس کے خلاف کتاب وسنت میں ثابت ہو، ③ جن کے بارے میں کوئی

فیصلہ کن بات نہ ہو، انہیں بیان کرنے کی اجازت ہے، جیسا کہ فرمانِ نبوی ہے: بنی اسرائیل سے روایت بیان کر لیا کرو، اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسرائیلی روایات کی اسی قسم کی تصدیق وتکذیب نہ کرنے کو کہا گیا ہے، فرمان نبوی ہے: بنی اسرائیل کی نہ تصدیق کرو، نہ تکذیب۔''

(تفسیر ابن کثیر : 528/3)

سوال: جس کا ختنہ نہ ہوا ہو، اس کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: جس کا ختنہ نہ ہوا ہو، اس کا ذبیحہ حلال ہے۔ ممانعت کے بارے میں روایت ثابت نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

اَلْأَقْلَفُ لَا تَجُوزُ شَهَادَتُهُ، وَلَا تُقْبَلُ لَهُ صَلَاةٌ، وَلَا تُؤْكَلُ لَهُ ذَبِيحَةٌ.

''جس کا ختنہ نہ ہوا ہو، اس کی شہادت جائز نہیں، نہ اس کی نماز قبول ہے اور نہ اس کا ذبیحہ کھایا جائے گا۔'' (مصنّف ابن أبي شيبة : 1/5)

سند ضعیف ہے۔ قتادہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❁ الاوسط لابن المنذر (۷/ ۳۰۵) والی سند بھی ضعیف ہے۔ حسین بن نمیر ابو محصن کی توثیق نہیں۔

اس بارے میں دیگر اقوال بھی ضعیف ہیں۔

❁ معمر بن راشد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ عَنْهُ حَمَّادًا فَقَالَ : لَا بَأْسَ بِذَبِيحَتِهِ، وَتَجُوزُ شَهَادَتُهُ، وَتُقْبَلُ صَلَاتُهُ.

''میں نے حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ سے ایسے شخص کے متعلق پوچھا، جس کا ختنہ نہیں ہوا، تو فرمایا: اس کے ذبیحہ میں کوئی حرج نہیں، اس کی گواہی جائز ہے اور اس کی نماز قبول ہے۔''

(مصنّف عبد الرزّاق، تحت الرقم: 8562)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

بِهٖ قَالَ أَبُو ثَوْرٍ، وَعَوَامُّ أَهْلِ الْفَتْيَا مِنْ عُلَمَاءِ الْأَمْصَارِ .

''ابوثور اور علمائے امصار میں سے اکثر اہل فتویٰ کے نزدیک غیر مختون کا ذبیحہ حلال ہے۔'' (الإشراف: 3/435)

سوال: کیا امام مالک رضی اللہ عنہ کو جبری طلاق کی وجہ سے کوڑے مارے گئے؟

جواب: امام مالک رحمہ اللہ فتویٰ دیتے تھے کہ طلاق مکرہ (جبری طلاق) واقع نہیں ہوتی۔ اس کی پاداش میں حاکم وقت نے آپ رحمہ اللہ کے ننگے بدن پر سو کوڑے برسائے۔ جس کی وجہ سے آپ رحمہ اللہ کا کندھا اتر گیا۔

❁ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ عَلَى أَهْلِ الْمَدِينَةِ الْهَاشِمِيُّ، فَأَرْسَلَ إِلٰى مَالِكٍ، فَقَالَ: أَنْتَ الَّذِي تُفْتِي فِي الْإِكْرَاهِ، وَإِبْطَالِ الْبَيْعَةِ؟ فَضَرَبَهٗ مُجَرَّدًا مِائَةً، حَتّٰى أَصَابَ كَتِفَهٗ خَلْعٌ، وَكَانَ لا يَزُرُّ أَزْرَارَهٗ بِيَدِهٖ .

''(جعفر بن سلیمان بن علی) ہاشمی مدینہ کا والی تھا، اس نے امام مالک رحمہ اللہ کی طرف ایلچی بھیجا، اس نے کہا: ''کیا تم ہی ہو، جو جبری طلاق کے بارے میں فتویٰ دیتے ہو اور (ظالم حکمران کی) بیعت کو باطل سمجھتے ہو؟'' تو اس نے امام

مالک رحمہ اللہ کے ننگے بدن پر سو کوڑے مارے، جس نے آپ رحمہ اللہ کا کندھا اتر گیا، آپ رحمہ اللہ بٹن بند نہیں کر سکتے تھے۔''

(آداب الشّافعي ومَناقبه لابن أبي حاتم، ص 156، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کے منکر کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جو جانتے بوجھتے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرے، وہ کافر ہے، کیونکہ خلافت صدیقی پر صحابہ کا اجماع ہے، اجماع صحابہ کا منکر کافر ہے۔

❁ مفسر قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ جَاءَ فِي السُّنَّةِ أَحَادِيثُ صَحِيحَةٌ، يَدُلُّ ظَاهِرُهَا عَلٰى أَنَّهُ الْخَلِيفَةُ بَعْدَهٗ، وَقَدِ انْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ عَلٰى ذٰلِكَ وَلَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ مُخَالِفٌ، وَالْقَادِحُ فِي خِلَافَتِهٖ مَقْطُوعٌ بِخَطَئِهٖ وَتَفْسِيقِهٖ، وَهَلْ يَكْفُرُ أَمْ لَا، يُخْتَلَفُ فِيهِ، وَالْأَظْهَرُ تَكْفِيرُهٗ، ...... وَالَّذِي يُقْطَعُ بِهٖ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَأَقْوَالِ عُلَمَاءِ الْأُمَّةِ وَيَجِبُ أَنْ تُؤْمِنَ بِهِ الْقُلُوبُ وَالْأَفْئِدَةُ فَضْلُ الصِّدِّيقِ عَلٰى جَمِيعِ الصَّحَابَةِ، وَلَا مُبَالَاةَ بِأَقْوَالِ أَهْلِ الشِّيَعِ وَلَا أَهْلِ الْبِدَعِ، فَإِنَّهُمْ بَيْنَ مُكَفَّرٍ تُضْرَبُ رَقَبَتُهٗ، وَبَيْنَ مُبْتَدِعٍ مُفَسَّقٍ لَا تُقْبَلُ كَلِمَتُهٗ.

''اس بارے میں کئی صحیح احادیث موجود ہیں، جن کا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ ہوں گے، نیز اس پر اجماع ہو چکا ہے اور کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اعتراض

کرنے والا قطعی طور پر خطا کار اور گناہ گار ہے، لیکن اس کی تکفیر اور عدم تکفیر میں اختلاف ہے، تکفیر والی بات ہی راجح ہے۔...... کتاب وسنت اور علمائے امت کے اقوال میں قطعی ثبوت ہے اور دلوں میں ایمان بھی یہی ہونا چاہیے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ پر فضیلت حاصل ہے۔ شیعوں اور بدعتیوں کے اقوال کی کوئی حیثیت نہیں کہ جو واجب القتل کافر اور ایسے فاسق بدعتی کے بین بین ہیں، جس کی بات قبول نہیں کی جاتی۔''

(تفسير القُرطبي : 148/8)

سوال: اس شخص کا کیا حکم ہے، جو کہے کہ یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کی بیوی سے زنا کرنے کا قصد کیا تھا؟

جواب: یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کی بیوی سے زنا کا قصد نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا۔ انبیائے کرام علیہم السلام گناہ کا قصد نہیں کرتے تھے۔ جانتے بوجھتے یہ کہنا کہ یوسف علیہ السلام نے زنا کا قصد کر لیا تھا، گستاخی ہے۔

سوال: حدیث: ''اگر حواء نہ ہوتیں، تو بیوی اپنے شوہر کی خیانت نہ کرتیں۔'' کا کیا مفہوم ہے؟

جواب: حدیث ملاحظہ فرمائیں؛

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْلَا بَنُو إِسْرَائِيلَ لَمْ يَخْنَزِ اللَّحْمُ، وَلَوْلَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ أُنْثٰى زَوْجَهَا .

''اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے، تو کبھی گوشت بدبودار نہ ہوتا، اگر حواء نہ ہوتیں، تو کوئی عورت شوہر کی نافرمانی نہ کرتی۔''

(صحيح البخاري : 3330، صحيح مسلم : 1470)

کسی چیز کی نسبت اس کے سبب کی طرف کرنا جائز ہے۔خواہ سبب شرعی ہو یا حسی، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ .

''اگر میں نہ ہوتا،تو ابوطالب جہنم کے گڑھے میں ہوتے۔''

(صحيح البخاري : 3843، صحيح مسلم : 209)

اہل علم حدیث کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے من وسلویٰ ذخیرہ کرنا شروع کر دیا تھا،جس کی وجہ سے وہ گل سڑ گیا۔ان کے اس اقدام کے بعد گوشت گل سڑ جاتا ہے،تو سبب بنی اسرائیل بنے۔یہ بھی احتمال ہے کہ گوشت بنی اسرائیل سے پہلے بھی گلتا سڑتا تھا، اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ بنی اسرائیل ذخیرہ اندوزی کریں گے، یوں گوشت خراب ہونے کا سبب بنی اسرائیل بنے،لہٰذا انہیں کی طرف نسبت کر دی۔

سیدہ حواء علیہاالسلام ابلیس لعین کے بہکاوے میں آ کر درخت کھا بیٹھیں اور آدم علیہ السلام کو بھی درخت کھانے پر اکسایا۔اس غلطی کے اثرات حواء کی بیٹیوں میں بھی سرایت کر گئے، کیوں کہ ماں کی جبلت اور طبیعت اولاد پر اثر انداز ہوتی ہے۔اگر حواء علیہاالسلام ایسا نہ کرتیں،تو ان کی بیٹیوں کی جبلت میں شوہروں کی نافرمانی نفوذ نہ کرتی۔

تنبیہ:

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ، فَلَا تَقُلْ : لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا، وَلٰكِنْ قُلْ : قَدَرُ اللّٰهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ، فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ .

''اگر آپ کو کوئی مصیبت آئے، تو یہ مت کہنا ''اگر میں یوں کرتا، تو یوں ہو جاتا۔'' بلکہ یہ کہیں کہ یہ اللہ فیصلہ ہے، اس نے جیسا چاہا، کر دیا، کیونکہ ''اگر'' کا لفظ شیطانی عمل کو کھول دیتا ہے۔''

(صحیح مسلم: 2664)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) لکھتے ہیں:

لَا مُعَارَضَةَ بَيْنَ هٰذَا وَبَيْنَ حَدِيثِ النَّهْيِ عَنْ لَوْ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلٰى مَضَاجِعِهِمْ﴾ ﴿وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ﴾ وَكَذٰلِكَ مَا جَاءَ مِنْ لَوْلَا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ﴾ ﴿وَلَوْلَا أَنْ يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً لَجَعَلْنَا﴾ ﴿وَلَوْلَا أَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهٖ﴾ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مُخْبِرٌ فِي كُلِّ ذٰلِكَ عَمَّا مَضٰى أَوْ يَأْتِي عَنْ عِلْمٍ خَبَرًا قَطْعِيًّا وَكُلُّ مَا يَكُونُ مِنْ لَوْ وَلَوْلَا مِمَّا يُخْبِرُ بِهِ الْإِنْسَانُ عَنْ عِلَّةِ امْتِنَاعِهٖ مِنْ فِعْلِهٖ مِمَّا يَكُونُ فِعْلُهٗ فِي قُدْرَتِهٖ فَلَا كَرَاهَةَ فِيهِ لِأَنَّهٗ إِخْبَارُ حَقِيقَةٍ عَنِ امْتِنَاعِ شَيْءٍ لِسَبَبِ شَيْءٍ وَّحُصُولِ شَيْءٍ لِامْتِنَاعِ شَيْءٍ وَّتَأْتِي لَوْ غَالِبًا لِبَيَانِ السَّبَبِ الْمُوجِبِ أَوِ النَّافِي فَلَا كَرَاهَةَ فِي كُلِّ مَا كَانَ مِنْ هٰذَا إِلَّا أَنْ يَكُونَ كَاذِبًا فِي ذٰلِكَ كَقَوْلِ الْمُنَافِقِينَ : ﴿لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَاتَّبَعْنَاكُمْ﴾

وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''اس (حواء علیہا السلام والی) حدیث میں اور کلمہ لَوْ کی ممانعت والی حدیث میں کوئی تعارض نہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلٰى مَضَاجِعِهِمْ﴾ ''کہہ دیجئے کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے، تب بھی جن پر قتل ہونا لکھ دیا گیا تھا، وہ اپنی قتل ہونے والی جگہوں پر پہنچ جاتے۔'' ﴿وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ﴾ ''اگر انہیں واپس بھیج بھی دیا جائے، تو وہ وہی کریں گے، جس سے انہیں منع کیا گیا ہے۔'' اس طرح کلمہ ''لولا'' کا استعمال بھی ہوا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوح محفوظ میں لکھا نہ ہوتا، تو تمہیں عذاب پہنچ جاتا۔'' ﴿وَلَوْلَا أَنْ يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً ......﴾ ''اگر یہ نہ ہوتا کہ تم ایک ہی امت بن جاؤ گے، تو ہم ......'' ﴿وَلَوْلَا أَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهٖ﴾ ''اگر وہ (نبی یونس) اللہ کی تسبیح بیان نہ کرتے، تو مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتے۔'' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام آیات میں ماضی کی خبر دی ہے۔ یا اپنے علم سے قطعی خبر دی ہے۔ اگر انسان کلمہ لو یا لولا کے ساتھ اپنے کسی ایسے کام کے نہ کرنے کی وجہ بتائے، جو کام اس کی قدرت میں تھا، تو اس میں کوئی کراہت نہیں، کیونکہ یہ تو محض ایک حقیقت کی خبر ہے کہ اس کے فلاں کام نہ کرنے کی وجہ کیا بنی اور فلاں کام نہ کرنے سے حاصل کیا ہوا۔ کلمہ لو اکثر

کسی مثبت یا منفی سبب کے بیان کے لیے استعمال ہوتا ہے، لہٰذا اس استعمال میں کوئی کراہت نہیں۔ البتہ اس میں جھوٹ نہ بولا جائے، جیسا کہ منافقین کہتے تھے: ﴿لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ﴾ ''اگر ہمیں لڑائی کرنے کا علم ہوتا، تو ہم بھی تمہارے پیچھے چلتے۔'' واللہ اعلم!''

(شرح مسلم: 122/11)

سوال: اللہ تعالیٰ نے زمین میں درختوں کی تخلیق کب کی؟

جواب: زمین میں درختوں کو سوموار کے دن پیدا کیا گیا۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ، وَخَلَقَ فِيهَا الْجِبَالَ يَوْمَ الْأَحَدِ، وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ، وَخَلَقَ الْمَكْرُوهَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ، وَخَلَقَ النُّورَ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ، وَبَثَّ فِيهَا الدَّوَابَّ يَوْمَ الْخَمِيسِ، وَخَلَقَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، فِي آخِرِ الْخَلْقِ، فِي آخِرِ سَاعَةٍ مِّنْ سَاعَاتِ الْجُمُعَةِ، فِيمَا بَيْنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ.

''اللہ عزوجل نے ہفتہ کے دن زمین کو پیدا کیا، اتوار کے دن زمین میں پہاڑ پیدا کیے، سوموار کے دن درخت پیدا کیے، منگل کے دن ناپسندیدہ اشیا کو پیدا کیا، بدھ کے دن روشنی کو پیدا کیا، جمعرات کے دن جانوروں کو پیدا کیا، آخر میں جمعہ کے دن عصر سے شام مغرب کے درمیان آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔''

(صحیح مسلم: 2789)

سوال: درج ذیل روایت کی کیا حقیقت ہے؟

قَالَ الْإِمَامُ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَارِثٍ الْخُشَنِيُّ : حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ : قَالَ لِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ يَحْيٰى : حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ سَوَادَةَ بْنِ عَبَّادٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ : كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ نَرْفَعُ أَيْدِيَنَا فِي بَدْءِ الصَّلٰوةِ وَفِي دَاخِلِ الصَّلٰوةِ عِنْدَ الرُّكُوعِ فَلَمَّا هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ تَرَكَ رَفْعَ يَدَيْنِ فِي دَاخِلِ الصَّلٰوةِ عِنْدَ الرُّكُوعِ وَثَبَتَ عَلٰى رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي بَدْءِ الصَّلٰوةِ ....

''سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز شروع کرتے اور رکوع جاتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے، پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت کی، تو رکوع کے وقت رفع الیدین کرنا ترک کر دیا اور شروع والا رفع الیدین جاری رکھا......۔''

(أخبار الفُقَهاء والمُحدّثين ص ٢١٤، ت : ٣٧٨)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔

① اسے گھڑنے والا عثمان بن محمد بن یوسف، ازدی، قُرّی، ابواصبغ ہے۔

❀ حافظ ابو ولید، ابن فرضی (۴۰۳ھ) لکھتے ہیں:

كَانَ كَذَّابًا . ''یہ پرلے درجے کا جھوٹا شخص ہے۔''

(تاريخ عُلماء أندَلُس، ص ٣٥٠)

اسے عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک کہنا درست نہیں، کیونکہ اس عثمان بن محمد کے بارے میں صاحب کتاب (ص۱۰۳، ۱۰۵) نے قُبّری کہہ کر تعین کر دیا ہے۔ لہٰذا یہ قری ہے، قبری نہیں، کیونکہ عثمان بن محمد بن یوسف، قری کے اساتذہ میں عبیداللہ بن یحییٰ موجود ہے۔

(تاريخ عُلماء أندَلُس، ص ٣٤٩)

یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس سند میں قری راوی ہے، نہ کہ قبری۔ وہ عثمان بن محمد بن یوسف ''کذاب'' ہے۔

② عثمان بن سوادہ ''مجہول'' ہے۔ اس کے متعلق عبیداللہ بن یحییٰ سے منسوب توثیق والا قول اسی عثمان بن محمد قری کذاب کا بیان کردہ ہے، لہٰذا اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

③ محدث ابوعبداللہ محمد بن حارث خشنی (۳۶۱ھ) لکھتے ہیں:

كَانَ يُحَدِّثُ بِحَدِيثٍ رَوَاهُ مُسْنَدًا فِي رَفْعِ الْيَدَيْنِ، وَهُوَ مِنْ غَرَائِبِ الْحَدِيثِ، وَأَرَاهُ مِنْ شَوَاذِّهَا .

''یہ (عثمان سوادہ) رفع الیدین کے متعلق ایک مرفوع حدیث بیان کرتا ہے، جو کہ منکر ہے اور میں اسے شاذ روایات میں سے سمجھتا ہوں۔''

(أخبار الفُقهاء والمحدثين، ص ٢١٤)

بے شک یہ شاذ روایت ہے۔ متواتر احادیث و آثار کے خلاف ہے۔

سوال: کیا امام ابوزرعہ اور امام ابوحاتم رحمہما اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کو ''متروک'' کہا؟

جواب: امام ابوزرعہ اور امام ابوحاتم رحمہما اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کو ہرگز ''متروک'' قرار نہیں دیا۔

امام عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَمِعَ مِنْهُ أَبِي وَأَبُو زُرْعَةَ، ثُمَّ تَرَكَا حَدِيثَهُ عِنْدَ مَا كَتَبَ إِلَيْهَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النِّيسَابُورِيُّ أَنَّهُ أَظْهَرَ عِنْدَهُمْ أَنَّ لَفْظَهُ بِالْقُرْآنِ مَخْلُوقٌ .

''امام بخاری رحمہ اللہ سے میرے والد ابو حاتم رازی اور ابو زرعہ رحمہما اللہ نے حدیثیں سنیں تھیں، پھر دونوں نے اس وقت آپ کو چھوڑ دیا تھا جب ان دونوں کی طرف محمد بن یحییٰ نیساپوری رحمہ اللہ نے خط لکھا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کے ہاں قرآن کے تلفظ کے مخلوق ہونے کا موقف ظاہر کیا۔''

(الجرح والتّعديل : ۱۷۱/۷)

ایسا غلط فہمی کی بنا پر ہوا، امام بخاری رحمہ اللہ اس بات کے قائل نہ تھے، بلکہ آپ تو بندوں کے اعمال وافعال کو مخلوق کہتے تھے، آپ نے خَلْقُ أَفْعَالِ الْعِبَادِ نامی کتاب بھی لکھی ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ مَسْأَلَة مُشْكِلَةٌ، وَقَدْ كَانَ أَحْمَدُ بنُ حَنْبَلٍ وَغَيْرُهُ لَا يَرَوْنَ الْخَوْضَ فِي هٰذِهِ الْمَسْأَلَة، مَعَ أَنَّ البُخَارِيَّ رَحِمَهُ اللّٰهُ مَا صرَّح بِذٰلِكَ، وَلَا قَالَ : أَلفَاظُنَا بِالْقُرْآن مَخْلُوْقَةٌ، بَلْ قَالَ : أَفعَالُنَا مَخْلُوقَةٌ، وَالْمَقْرُوءُ الْمَلْفُوظُ هُوَ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَلَيْسَ بِمَخْلُوْقٍ، فَالسُّكُوتُ عَنْ تَوَسُّعِ الْعِبَارَاتِ أَسْلَمُ لِلْإِنْسَانِ .

''یہ مسئلہ مشکل ہے، امام احمد بن حنبل وغیرہ رحمہ اللہ اس مسئلہ میں گہرائی اختیار

کرنا درست نہیں سمجھتے تھے، جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس بات کی صراحت نہیں کی اور نہ ہی آپ نے یہ کہا ہے کہ ''ہمارا قرآن کا تلفظ کرنا مخلوق ہے'' بلکہ آپ نے تو فرمایا تھا کہ ''ہمارے افعال مخلوق ہیں اور پڑھی اور تلفظ کی جانے والی چیز اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، مخلوق نہیں، لہٰذا اس مسئلے میں زیادہ باتوں سے اجتناب کرنا ہی انسان کے لیے سلامتی ہے۔''

(سِيَر أعلام النُّبلاء : ١٥/٤٩٤)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ ہیں، آپ رحمہ اللہ اپنی صحیح بخاری میں ان سے روایت لاتے ہیں، اتنی سی وضاحت کے بعد عرض ہے کہ ثُمَّ تَرَكَا حَدِيثَهٗ سے مراد عرفی اور اصطلاحی ترکِ حدیث نہیں، تَرَكَهٗ فُلَانٌ کے کئی مفہوم ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی سے لکھنا بند کر دینا اور علمی اعتبار سے تعلق ختم کر دینا ہے، ہر جگہ محدثین کی اصطلاح مراد نہیں ہوتی۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٧٢٨) فرماتے ہیں:

قَوْلُهُمْ : تَرَكَهٗ شُعْبَةُ، مَعْنَاهُ أَنَّهٗ لَمْ يَرْوِ عَنْهُ، وَتَرْكُ الرِّوَايَةِ قَدْ يَكُونُ لِشُبْهَةٍ لَا تُوجِبُ الْجَرْحَ، وَهٰذَا مَعْرُوفٌ فِي غَيْرِ وَاحِدٍ قَدْ خُرِّجَ لَهٗ فِي الصَّحِيحِ .

''یہ کہنا کہ شعبہ رحمہ اللہ نے اسے چھوڑ دیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ شعبہ رحمہ اللہ نے اس سے روایت لینا ترک کر دیا، روایت نہ لینا بسا اوقات ایسے شبہہ کی بنا پر ہوتا ہے، جو جرح کا سبب نہیں ہوتا، صحیح کے کئی راویوں کے بارے میں یہ بات معروف ہے۔'' (مجموع الفتاویٰ : ٢٤/٣٤٩)

ثابت ہوا کہ ہر جگہ تَرَکَهٗ فُلَانٌ جرح نہیں ہوتا، البتہ تَرَکُوهُ ہر جگہ جرح ہے۔

مثال نمبر۱:

❀ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ علی بن ابی ہاشم بغدادی کے متعلق فرماتے ہیں:

مَا عَلِمْتُهٗ إِلَّا صَدُوقًا، وَقَفَ فِي الْقُرْآنِ فَتَرَكَ النَّاسُ حَدِيثَهٗ .

''میں اسے صدوق ہی سمجھتا ہوں، اس نے قرآن کریم کے بارے میں توقف کیا، تو لوگوں نے اس کی احادیث کو چھوڑ دیا۔''

(الجرح والتّعديل : ٦/١٩٥)

❀ اس کی وضاحت خود امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے فرمادی:

وَقَفَ فِي الْقُرْآنِ، فَوَقَفْنَا عَنِ الرِّوَايَةِ عَنْهُ، فَاضْرِبُوا عَلٰى حَدِيثِهٖ .

''اس نے قرآن کے بارے میں توقف کیا، تو ہم نے اس کی روایت سے توقف کرلیا، لہٰذا اس کی حدیث کو چھوڑ دیں۔''

(الجرح والتّعديل : ٦/١٩٥)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ ذٰلِكَ بِمَانِعٍ مِنْ قُبُولِ رِوَايَتِهٖ .

''یہ بات اس کی روایت کو قبول کرنے میں رکاوٹ نہیں بنتی۔''

(هُدى السّاري، ص ٤٦٠)

یہاں اصطلاحی ''ترک'' مراد نہیں، نہ ہی یہ الفاظ موجبِ جرح ہیں۔

مثال نمبر۲:

❀ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ نے امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے بارے میں کہا:

كَانَ عَطَاءٌ اخْتُلِطَ بِآخِرَةٍ، تَرَكَهُ ابْنُ جُرَيجٍ وَقَيْسُ بْنُ سَعْدٍ .

''عطاء رحمہ اللہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے، ابنِ جریج اور قیس بن سعد رحمہما اللہ نے ان کو چھوڑ دیا تھا۔''

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

لَمْ يَعْنِ عَلِيٌّ بِقَوْلِهٖ : تَرَكَهُ هَاذَانِ، التَّرْكَ الْعُرْفِيَّ، وَلَكِنَّهُ كَبُرَ وَضَعُفَتْ حَوَاسُّهُ، وَكَانَا قَدْ تَكَفَّيَا مِنْهُ، وَتَفَقَّهَا، وَأَكْثَرَا عَنْهُ، فَبَطَّلَا، فَهٰذَا مُرَادُهُ بِقَوْلِهٖ : تَرَكَاهُ .

''امام علی بن المدینی نے یہاں ترک سے مراد عرفی و اصطلاحی ترک نہیں لیا، بلکہ امام عطاء رحمہ اللہ بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کے حواس کمزور ہو گئے تھے، ان دونوں نے آپ سے لمبا عرصہ استفادہ کیا، فقہ سیکھی اور ان سے بہت زیادہ احادیث لیں، پھر انہوں نے یہ کام ختم کر دیا، یہ ہے مراد امام علی بن مدینی رحمہ اللہ کے اس قول کی کہ ان دونوں نے آپ رحمہ اللہ کو چھوڑ دیا تھا۔''

(سِيَر أعلام النُّبلاء : ۷۸/۵)

❀ نیز فرماتے ہیں:

لَمْ يَعْنِ التَّرْكَ الْاِصْطِلَاحِيَّ، بَلْ عَنٰى أَنَّهُمَا بَطَلَا الْكِتَابَةَ عَنْهُ، وَإِلَّا فَعَطَاءٌ ثَبْتٌ رَضِيٌّ .

''امام علی بن مدینی رحمہ اللہ نے ترکِ اصطلاحی مراد نہیں لیا، بلکہ ان کی مراد یہ تھی کہ ان دونوں نے آپ سے لکھنا چھوڑ دیا تھا، ورنہ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ ثقہ

وثبت ہیں۔''(میزان الاعتدال : ۷۰/۳)

مثال نمبر۳:

❁ امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

كَتَبَ عِنْدَ أَبِي وَأَبِي زُرْعَةَ وَتَرَكَ أَبُو زُرْعَةَ الرِّوَايَةَ عَنْهُ مِنْ أَجْلِ مَا كَانَ مِنْهُ فِي الْمِحْنَةِ، وَكَانَ أَبِي يَرْوِي عَنْهُ لِنُزُوعِهِ عَمَّا كَانَ مِنْهُ.

''آپ رحمہ اللہ نے میرے والد (امام ابوحاتم) اور امام ابوزرعہ رحمہما اللہ کے پاس احادیث لکھیں، امام ابوزرعہ رحمہ اللہ نے ان کی طرف سے فتنے میں ظاہر ہونے والے مسئلہ کی وجہ سے ان سے روایت لکھنا ترک کر دیا تھا اور میرے والد (امام ابوحاتم رحمہ اللہ) ان کے اس کام کو چھوڑ دینے کی وجہ سے روایت لیتے تھے۔''

(الجرح والتّعديل : ١٩٤/٦)

❁ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

لَا نَرْتَابُ فِي صِدْقِهِ.

''ہم ان کے سچے ہونے میں شک نہیں کرتے۔''

(الجرح والتّعديل : ١٩٤/٦)

ثابت ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے حوالہ سے امام ابوزرعہ اور امام ابوحاتم رحمہما اللہ کا ''ترک'' موجب جرح نہیں، اس پر دلیل یہ بھی ہے کہ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کو اپنی کتاب ''الضعفاء'' میں ذکر نہیں کیا۔

کسی ثقہ کا ثقہ سے روایت ترک کرنا موجب جرح نہیں، امام مسلم رحمہ اللہ نے امام علی

بن المدینی اور امام محمد بن یحییٰ ذہلی رحمہما اللہ سے روایت لینا ترک کر دیا تھا، کیا ان کو بھی ''متروک'' کہا جائے گا؟ خود امام بخاری رحمہ اللہ نے حماد بن سلمہ رحمہ اللہ سے روایت لینا ترک کر دیا تھا، کیا انہیں بھی ''متروک'' سمجھا جائے گا؟

۞ امام ابن ابی حاتم رازی رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:

ثُمَّ تَرَكَهُ ابْنُ الْمُبَارَكِ بِآخِرَةٍ.

''آخر میں امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ترک کر دیا تھا۔''

(الجرح والتّعديل : ٤٤٩/٨)

کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے اپنے استاذ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ''متروک'' قرار دیا ہے؟

سوال: ہمارے شہر کے لوگوں کی عادت ہے کہ انہیں کوئی ناگہانی مصیبت آتی ہے، تو انبیائے کرام کو پکارتے ہیں اور ان سے مدد طلب کرتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ واضح شرک ہے۔ غیر اللہ کو فوق الاسباب مدد کے لیے پکارنا شرک ہے، اس میں کئی اعتقادی خرابیاں ہیں۔

۞ علامہ صنع اللہ حنفی رحمہ اللہ (۱۱۲۰ھ) لکھتے ہیں:

مَنِ اعْتَقَدَ أَنَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ مِنْ نَبِيٍّ أَوْ وَلِيٍّ أَوْ رُوحٍ أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ فِي كَشْفِ كُرْبَةٍ أَوْ قَضَاءِ حَاجَةٍ تَأْثِيرًا، فَقَدْ وَقَعَ فِي وَادِي جَهْلٍ خَطِيرٍ، فَهُوَ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ السَّعِيرِ.

وَأَمَّا كَوْنُهُمْ مُسْتَدِلِّينَ عَلٰى أَنَّ ذٰلِكَ مِنْهُمْ كَرَامَاتٌ، فَحَاشَا لِلّٰهِ أَنْ تَكُونَ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ بِهٰذِهِ الْمَثَابَةِ، وَأَنْ يُّظَنَّ بِهِمْ أَنَّ دَفْعَ

الضُّرِّ، وَجَلْبَ النَّفْعِ مِنْهُمْ كَرَامَةٌ، فَهٰذَا ظَنُّ أَهْلِ الْأَوْثَانِ، كَمَا أَخْبَرَ الرَّحْمٰنُ : ﴿هٰؤُلَاءِ شُفَعَاءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾، ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾

''جو یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کے علاوہ نبی، ولی، روح یا کسی اور ہستی کو مصیبت دور کرنے اور حاجت پوری کرنے کا اختیار ہے، تو وہ جہالت کی خطرناک وادی میں واقع ہو گیا ہے اور وہ جہنم کے دھانے پر کھڑا ہے۔

بعض لوگ دلیل دیتے ہیں کہ اولیائے کرام (حاجت روائی) اپنی کرامات کے ذریعہ کرتے ہیں۔ اللہ کی پناہ اس بات سے کہ اللہ کے ولیوں کو ایسے مقام پر سمجھا جائے اور ان سے یہ گمان رکھا جائے کہ وہ کرامت کے ذریعے لوگوں کی تکلیفیں دور کرتے اور ان کو فائدہ پہنچاتے ہیں، یہ تو بتوں کے پجاریوں کا عقیدہ ہوا کرتا تھا، جیسا کہ اللہ کریم ان کا یہ جملہ نقل فرماتے ہیں:

﴿هٰؤُلَاءِ شُفَعَاءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''یہ اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں۔''

اسی طرح ان کا ایک اور جملہ یوں نقل کیا: ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ ''ہم ان کی عبادت محض اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔''

(سيف اللّٰه على من كذب على أولياء اللّٰه، ص 48)

سوال: جو کہے کہ اولیا کی روحیں ہر جگہ حاضر ہوتی ہیں اور ہر بات جانتی ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ اولیا کی شان میں غلو ہے۔ یہ بدعی نظریہ ہے۔ اولیا کی روحیں اللہ تعالیٰ

کے پاس ہوتی ہیں، وہ ہر جگہ حاضر نہیں ہوتی۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرٰى إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ﴾(الزّمر : ٤٢)

''اللہ موت کے وقت جانوں کو قبض کر لیتا ہے اور جن پر موت نہیں آئی، ان کو نیند میں قبض کر لیتا ہے۔ پھر سوئے ہوؤں میں سے جس پر موت کا فیصلہ کر دے، اس کی جان کو روک لیتا ہے اور جس پر موت کا فیصلہ نہ کیا ہو، اس کو ایک مقرر وقت کے بعد جسم میں لوٹا دیتا ہے۔ اس میں تفکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔''

❀ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْبَزَّازِيَّةِ قَالَ عُلَمَاؤُنَا : مَنْ قَالَ : أَرْوَاحُ الْمَشَايِخِ حَاضِرَةٌ تَعْلَمُ يَكْفُرُ .

''فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ ہمارے علماء کہتے ہیں: جس نے یہ کہا کہ مشائخ کی روحیں (دنیا میں) حاضر ہوتی ہیں اور (دنیا کا) علم رکھتی ہیں، وہ کافر ہو جائے گا۔''

(البحر الرّائق : 134/5 ، مَجمع الأنهر لشيخي زاده : 691/1